© rasailojaraid.com

ابھی بہت دور کی بات تھی۔

ہم مانتے ہیں کہ پرتھوی راج راسو ایک علمی و ادبی کتاب ہے نہ کہ تاریخی۔ لیکن ادبی کتابوں میں بھی تو صحیح واقعات اور اُن کی سنین میں رد و بدل بغیر کسی مقصد کے نہیں کیا جاتا جیانک کوی کی "پرتھوی راج وجے" نامی کتاب بھی تو ایک علمی و ادبی کتاب ہے پھر اس میں تاریخی واقعات اور اُن کے سنین صحیح صحیح کیوں درج کئے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ راسو نامی کتاب راجہ پرتھوی راج کے کسی ہم عصر کوی کی تصنیف نہیں ہے ورنہ اس کے تحریر کردہ واقعات اور اُن کے سنین میں کچھ تو صحت و مطابقت ہوتی۔ پرتھوی راج وجے کے مصنف جیانک نے راجہ پرتھوی راج کے درباری شاعر کا نام "پرتھوی بھٹ" بتایا ہے۔ چند کا کہیں نام تک نہیں لیا۔ البتہ پانچویں باب میں ایک اشلوک آتا ہے ؎

तन यश्चन्द्र राजस्य चंद्र राज इवाभवत्। संग्रहं यस्य वृत्तानां सुवृत्तानामिव व्यधात्॥

اس اشلوک کی بنا پر رائے بہادر شری یُت پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا کا یہ خیال ہے کہ بجائے چند بردائی کے "چندرک" نام کا کوئی کوی راجہ پرتھوی راج کے دربار میں نہیں رہا اور اگر رہا ہے تو جیانک کوی کے کشمیر لوٹ جانے کے بعد آیا ہوگا۔ بہر حال ظن غالب یہ ہے کہ چند بردائی راجہ پرتھوی راج کا ہم عصر کوی نہیں ہے۔ بعد میں کسی دوسرے کوی نے جو راجہ پرتھوی راج کے بھائی ہر راج یا اُس کے لڑکے گوبند راج کے خاندان میں کبھی رہا ہے اُن کے مورث اعلیٰ راجہ پرتھوی راج کی بہادری کے من گھڑت قصے لکھ کر راسو کی پُر فریب عالی شان عمارت تیار کر دی۔ واللہ اعلم بالصواب

ماخذ

(۱) پرتھوی راج وجے مہا کاویہ از جیانک کشمیری

(۲) ہمیر مہا کاویہ از نے چندر سوُر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) ہمیر چہا کادیہ مولفہ پنڈت نیلکنٹھ خبارون ۱۸۹۷ء

(۴) ہمیر راسو مولفہ رائے بہادر ڈاکٹر شیام سندر داس

(۵) رسبھا منجری از نے چندر سور

(۶) پربندھ کوش و پربندھ چنتا من از میر وتنگ

(۷) پرتھوی راج راسو مولفہ ہری ہرناتھ ٹنڈن ایم۔ اے

(۸) بیلدیو راسو مولفہ ستیہ جیون ورما ایم۔ اے

(۹) ہندی ساہتیہ کا اتہاس از پنڈت رام چندر شکل

(۱۰) بھاشا اور ساہتیہ از رائے بہادر ڈاکٹر شیام سندر داس

(۱۱) تاریخ ہند جلد اول از جے چندر ودیا النکار الہ آباد

تفسیر مظہری (عربی)

کلامِ الٰہی کی بہترین تفسیر

علماء طلباء اور عربی مدرسوں کے لئے شاندار تحفہ

مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے تفسیر مظہری تفسیر کی تمام کتابوں میں بہترین سمجھی گئی ہے بلکہ بعض حیثیتوں سے اپنی مثال نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان تفسیر کے بعد کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ امام وقت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات علمی کا عجیب و غریب نمونہ ہے اس بے مثال کتاب کا پورے ملک میں ایک نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔ شکر ہے کہ برسوں کی جدوجہد کے بعد آج ہم اس لائق ہیں کہ اس متبرک کتاب کے شایع ہونے کا اعلان کر سکیں تقریباً تمام جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ صرف آخری جلد جس میں ۵ پاروں کی تفسیر ہے، زیر طبع ہے ہدیہ غیر مجلد: جلد اول سات روپے۔ جلد ۲ ثانی سات روپے۔ جلد ۳ ثالث آٹھ روپے جلد ۴ رابع پانچ روپے۔ جلد ۵ خامس سات روپے۔ جلد ۶ سادس آٹھ روپے۔ جلد ۷ سابع آٹھ روپے جلد ۸ ثامن آٹھ روپے۔ جلد ۹ تاسع پانچ روپے۔ جلد ۱۰ عاشر زیر طبع ھدیہ کل ۹ جلد ترسٹھ روپے۔ رعایتی ساٹھ روپے

منیجر مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخی حقایق

بعض شاہانِ ہند کے حالات

از

مولانا محمد ظفیر الدین صاحب (استاذ دار العلوم معینیہ سانحہ رمونگیر)

(۲)

سلطان شہاب الدین غوری کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ اس کو علماء سے بڑی عقیدت تھی اور دین سے گہرا تعلق تھا، امام فخر الدین رازی کے متعلق بیان ہے کہ یہ محل شاہی میں تشریف لاتے اور وعظ فرماتے چنانچہ ایک دفعہ آپ نے سلطان کو دورانِ وعظ میں خطاب کرکے فرمایا

"اے بادشاہ! نہ تیری یہ حکومت باقی رہے گی، اور نہ رازی کی یہ تلبیس رہے گی، اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے، سلطان پر ان فقروں کا یہ اثر ہوا، کہ بے ساختہ رونے لگا، اور آنسا روپا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا" [۱]

جس سلطان کا دل خشیت الٰہی سے اس قدر معمور ہو، بھلا بتلایا جائے کہ وہ اپنی پبلک اور ملک کے حق میں کتنا اچھا بادشاہ ہوگا، اور اس کا اثر پورے ملک پر کیسا خوشگوار پڑتا ہوگا، ہمارے اس زمانہ کے معمولی مالدار کبر و نخوت سے سر ٹیڑھا کرکے چلتے ہیں، اور ان کے سامنے خدا کا نام لیا جائے، تو غصہ سے ان کی رگیں پھولنے لگتی ہیں،

سلطان غوری کے جسمانی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی، کوئی لڑکا نہ تھا، مگر اس کے شوق کا عالم یہ تھا

---

[۱] مسلمانوں کا عروج و زوال ص۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"غلام خریدتا، اور خاص طور پر ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتا تھا، اس سلسلہ میں اس کے چالیس غلام ایسے تھے، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین تربیت سے بہرہ مند تھے سلطان التمش کو اپنی جسمانی یادگار سمجھتا تھا"۔[۲]

سلطان مکارم اخلاق کا پیکر کہا جا سکتا ہے: اس نے ایسا کام کیا جو کام تاریخ میں اس سے پہلے شاید ہی کسی نے کیا ہو۔

سلطان شمس الدین التمش میں بہت خوبیوں کے ساتھ ایک بڑی خوبی یہ تھی، کہ وہ وعظ سننے کا بڑا مشتاق تھا اور ہفتہ میں ایک دن ایسی مجلس منعقد کرتا، جس میں لوگوں کو اس کی ذات پر تنقید کی پوری آزادی ہوتی،

"سیر العارفین کی روایت ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد سلطان اپنے محل میں ایک اجتماع منعقد کرتا تھا جس میں اکابر و اشراف و مشائخ شریک ہوتے تھے، اس اجتماع میں شرکا، بزم پوری آزادی سے بادشاہ اسلام کے فرائض و واجبات پر اظہار خیال کرتے، اور بادشاہ ان سب کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنتا تھا"۔[۳]

فرمایا جائے اب کوئی بادشاہ، امیر اور مالدار اس زحمت کے لئے تیار ہوگا، اپنے اوپر آج کل کوئی بڑا آدمی تنقید پسند کرتا ہے؟ التمش کا یہ طریقہ بہت مناسب اور مفید تھا خود اس کے لئے بھی اور پبلک کے لئے بھی، ہمارے اس زمانہ کے ارباب حکومت کو بھی یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے،

اس سلطان کے بارے میں لکھا ہے کہ ذکر الٰہی میں پوری پوری رات بیدار رہتا، برائے نام سوتا تھا، بابا فرید کا بیان ہے،

"اعتقاد کا بڑا مضبوط تھا، رات رات بھر جاگا رہتا، کوئی اسے نیند میں غافل نہیں دیکھ سکتا تھا، جب دیکھئے عالم تحیر میں کھڑا ہے، اگر تھوڑی دیر سوتا تو پھر خود بیدار ہوتا، بستر سے اٹھتا، پانی لیتا اور وضو کر کے مصلیٰ پر کھڑا ہو جاتا، رات میں کسی خدمت گار کو نہیں جگاتا تھا، اور کہتا کہ آرام

[۱] مسلمانوں کا عروج و زوال ص۲۲ [۲] ایضاً ص۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والوں کو کیوں زحمت دوں[1]

اب تو اس زمانہ کے علمار کرام میں بھی یہ اہتمام بہت کم رہ گیا ہے، نوجوان علمار کرام کی حالت اس سلسلہ میں اور بھی ناگفتہ بہ ہے، اور خاندانی پیرا ور پیرزادوں کی حالت، الاماں الحفیظ، ان کا ظاہر جتنا اچھا، ان کی پوشاک جتنی زرق برق، عموماً ان کا باطن اسی قدر تاریک، گندہ اور آلائشوں سے معمور ہوتا ہے، ہاں کچھ لوگ ضرور ایسے ہیں جن میں سوز و گداز، اور بے چینی اور تڑپ ہے، ممالکِ اسلامیہ کے اربابِ حکومت کے لئے اس واقعہ میں بڑا موثر سبق ہے، کاش وہ اسے غور سے پڑھیں، ہمارے پڑوسی ملک پاکستان کے اربابِ حکومت کو خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ سے سبق لینا چاہیئے، جو فرائض تک کو ادا نہیں کرتے،

سلطان التمش کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بڑی عقیدت تھی، اور یہ سب عشقِ الٰہی کا نتیجہ تھا، اس سلسلہ کے ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کو مرنے کے بعد اپنی نجات کی بڑی فکر تھی، قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے،

"ایک رات سلطان مجھ دعاگو کے پاس آیا، اور آتے ہی مرے پاؤں پکڑ لئے، میں نے کہا، کیا کوئی تکلیف ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان کیجئے، سلطان نے جواب دیا، حاجت تو اس خدا کے فضل و کرم سے جس نے مجھ کو یہ مملکت اور سلطنت دی ہے، کوئی نہیں ہے، مجھ کو صرف یہ بتا دیجئے، کہ قیامت کے روز مرا حشر کس گروہ کے ساتھ ہوگا؟"[2]

نجات کی فکر بڑی فکر ہے، جس کو آخرت کا اس قدر کھٹکا ہو، اس کے قلب کا حال کیا پوچھنا، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے التمش واقعی سلطانِ وقت تھا، ایسے ہی سلطان کی دنیا کو ضرورت ہے، جس ملک کے بادشاہ کا یہ حال ہو، کھلی بات ہے، اس ملک پر اپنے بادشاہ کا کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوگا، کیوں کہ مشہور ہے، "الناس علیٰ دین ملوکھم"

خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اور جنازہ لایا گیا، تو خواجہ ابو سعیدؒ نے کہا

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال ص۲۳ [2] ایضاً ص۲۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ حضرت خواجہ کی وصیت ہے،

"میرے جنازہ کی نماز صرف وہ شخص پڑھائے، جس نے کبھی زنا نہ کیا ہو، اور عصر کی سنتیں اور تکبیر اولیٰ ترک نہ کی ہوں۔"

اسی مجمع میں سلطان التمش بھی موجود تھا، اب لوگ انتظار میں رہے کہ ایسا شخص مجمع سے نکلے اور نماز جنازہ پڑھائے، سلطان خود بھی اسی انتظار میں رہا، مگر اس میں ناکامیابی ہوئی پھر کیا ہوا؟

"لیکن آخر جب کسی شخص نے نماز جنازہ میں امامت کرنے کی جرأت نہ کی، تو سلطان خود آگے بڑھا اور بولا، میں اپنی نمازوں کی تشہیر اور نمائش پسند نہیں کرتا، لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ کی وصیت کی تعمیل بہرحال ضروری ہے، یہ کہہ کر سلطان نے نماز پڑھائی اور جنازہ کو کاندھا دیتا ہوا قبرستان لے گیا۔"[1]

اس زمانہ میں ایسے سلطان قوم وملک کو کہاں نصیب ہوں گے؟ اب متقی، پرہیزگار اور باخدا سلطان اور وزیر عنقا ہے، ہاں ظالم وجابر، فاسق وفاجر اور گناہ گار کی کمی نہیں ہم تو دن رات سنتے ہیں کہ صوبہ اور مرکز کے فلاں وزیر بدکاری میں مبتلا ہیں، عیاش ہیں، اور اسی عیاشی کی خاطر بڑی بڑی بے انصافیاں کرتے ہیں، تو بتایا جائے جب بڑوں اور حکمرانوں کا یہ حال ہوگا، تو قوم اور ملک کے دوسرے افراد کا کیا کہنا،

ممالکِ اسلامیہ کے صدر اور وزرا کی دینی حالت جیسی کچھ ہے، وہ کسی باخبر سے مخفی نہیں، پتہ نہیں ان حکمرانوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہے بھی، یا نہیں۔

سلطان التمش ہی کا واقعہ ہے کہ اس نے لڑکوں کے ہونے کے باوجود صرف اس لئے بیٹی کو ولی عہد بنایا کہ بیٹے حکومت کے اہل نہیں تھے، بیٹی کو جس وقت وہ ولی عہد بنا رہا تھا اس وقت اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا

---

[1] مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۲۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"میں اپنے بیٹوں کے عادات واطوار سے خوب واقف ہوں، اس وقت بھی جب وہ میرے دست نگر ہیں دن رات شراب خواری اور عیاشی میں مصروف رہتے ہیں، میں ان کو اس قابل نہیں سمجھتا، کہ سلطنت کا بار اٹھا سکیں، بخلاف اس کے رضیہ اگرچہ عورت ہے لیکن فہم و فراست کے اعتبار سے حقیقتاً مرد ہے، اور اسی وجہ سے میں اسے بیٹوں پر ہر طرح ترجیح دیتا ہوں"[1]

اب اس کا خیال کون کرتا ہے، اب کسی کو عہدہ دینے کے لئے صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ بڑا آدمی ہے یا نہیں کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے یا نہیں، صلاحیت کی جانچ کون کرتا ہے، ہم اپنے ملک میں آئے دن دیکھتے ہیں کہ ملک و قوم کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دی جاتی ہے، جو اپنی پارٹی کا حامی ہے انجمن یا جماعت میں چندہ زیادہ دیتا ہے، اور صحیح و غلط دونوں کی حامی بھرتا ہے،

سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا ناصر الدین جو رضیہ کے بعد دو بادشاہوں کے حکومت کرنے کے بعد بادشاہ بنا، اس کے متعلق نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری کا بیان ہے

"سلطان ناصر الدین ہر سال دو قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا، اور انھی کا ہدیہ، سلطان کے ذاتی خورد و نوش میں صرف ہوتا تھا، ایک مرتبہ بادشاہ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کو ایک امیر نے معمول سے زیادہ قیمت دے کر ہدیہ لیا، تو بادشاہ نے حکم دیا، کہ آئندہ سے اس کے لکھے ہوئے نسخہائے قرآن مجید کو پوشیدہ طریقہ پر یعنی اس کا نام بتائے بغیر رائج الوقت قیمت پر ہدیہ کیا جائے، بادشاہ کے گھر میں اس کی بیوی کے سوا کوئی لونڈی یا خادمہ کام کرنے کو نہ تھی، ایک روز بیوی نے امور خانگی سے تنگ آ کر ایک لونڈی خریدنے کی فرمائش کی تو بادشاہ نے جواب دیا "بیت المال بندگانِ خدا کا حق ہے، میں اس کا مجاز نہیں ہوں کہ اس میں سے کچھ روپیے کر اپنے ذاتی آرام کے لئے لونڈی خریدوں، دنیا کی تکلیفوں پر صبر کر و خدا آخرت میں اس کا بدلہ دے گا"[2]

"اکل حلال" کا یہ اہتمام کیا جاتا ہے بادشاہِ وقت ہے اور اس طرح عسرت کی زندگی

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال صفحہ ۲۳۵ [2] ایضاً صفحہ ۲۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بسر کرتا ہے، پھر اس کا گوشت و پوست اور خون جو حلال روزی سے تیار ہوا ہے، اس سے کبھی کوئی کمینہ اور پست خصلت پیدا ہو سکتی ہے؟ اور بادشاہ کی اس طرز زندگی کا اثر کیا عوام اور پبلک پر کچھ نہ ہوگا؟ حق یہ ہے کہ انھی جیسے لوگوں نے خدمت خلق انجام دی، اور صحیح خدمت انجام دی، اس میں بڑی برکت ہوئی، ملک اور قوم کے اخلاق و اعمال متاثر ہوئے،

ہمارے اس زمانہ کے صدر جمہوریہ دس ہزار کا ماہانہ وظیفہ لیتے ہیں اور ہزاروں روپے ان کی ذات پر دوسرے راستہ سے خرچ ہوتے ہیں، جی چاہے تو ان کو چور دروازہ کہہ لیجئے، کیا باایں ہمہ آپ انکو مخلص کہیں گے، اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے دور کے بادشاہ، صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور دوسرے وزرا، اور حکام ملک اور قوم کی خدمت نہیں کرتے، بلکہ ملک اور قوم ان لوگوں کی، ان کے خاندانوں کی، اور ان کے جاہ و حشمت کی خدمت کرتے ہیں

ہمارا "آزاد بھارت" جہاں وہ لوگ حکمراں ہیں، جنہوں نے کل تک اپنے اخلاص اور خدمت ملک کا ڈھنڈورا پیٹا تھا، ان کا حال یہ ہے کہ اگر حساب لگایا جائے، تو ہر صوبہ اور مرکز میں چچا بھتیجا مل کر ملک کی نصف دولت اپنے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں، اور نصف دولت پورے ملک پر صرف ہوتی ہے، بھتہ اور تنخواہ میں کمی کا سوال اٹھائیے تو بول اٹھیں گے، پھر ہمارا وقار باقی نہ رہے گا، گویا ڈبل ڈبل مشاہرہ پر اپنے وقار کی بنیاد کھڑی کئے ہوئے ہیں،

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں   محو حیرت ہوں، کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

غیاث الدین بلبن کا واقعہ لکھا ہے، کہ اس میں کمزور کے ساتھ ہمدردی کا بڑا صحیح جذبہ تھا، فرشتہ کا بیان ہے

"طبیعت میں غم زدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جذبہ اس قدر تھا کہ علاوہ نماز جنازہ میں شریک ہونے کے میت کے گھر پر جاتا تھا، اور مرحوم کے پس ماندگاں کو صبر اور راضی برضا رہنے کی تلقین کرتا تھا اور یتیم بچوں کی پرورش کے لئے گراں بہا وظیفے مقرر کرتا تھا، راستہ میں چلتے چلتے اگر کہیں مجلس وعظ نظر آتی تھی تو فوراً گھوڑے سے اتر کر مجلس میں شریک ہوتا، اور وعظ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں خدا اور رسول کے احکام بغور سن کر زار، زار، رو تا تھا۔"[1]

اب یہ بلمت تو ہمارے علمار کرام میں بھی جو خاص دینی طبقہ کہا جاتا ہے، باقی نہیں رہی، مال دار عہدہ دار اور صاحبِ جاہ و حشمت کے یہاں تو ہمدردی کے لئے جا سکتے ہیں، مگر بے کسوں، غریبوں اور یتیموں کی ہمدردی کون کرتا ہے؟ یہ غریب طبقہ ان بزرگانِ دین کی نگاہوں میں بھی "انسانیت" سے خارج ہے، الا ماشاء اللہ کچھ لوگ ایسے ضرور طبقہ علمار میں رہ گئے ہیں جو ہر ایک کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں، مگر ان کی تعداد بہت کم ہے،

اور خضوع و خشوع کے مسئلہ میں تو اور پیچھے ہیں، مسلمانوں کے دل سخت ہو گئے، ان کے دل میں جذبہ کا ذا اب تو بالکل باقی نہ رہا، کچھ جاہل تو ایسے مل جائیں گے، جن کے دل "احکامِ دین" کے سلسلہ میں نرم ہیں، ورنہ ہمارے علماء کرام کا طبقہ خدا جانتا ہے، یہ تو نہ معلوم اپنے کو کیا سمجھ بیٹھے ہیں، اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کل کے کل ایسے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے کچھ علماؔ کو دیکھا ہے، دین کے معمولی معمولی واقعہ میں زار، زار روتے ہیں، اور ان کا قلب اتنا صاف ہے کہ ان کی چند روزہ صحبت انسان کو سنوار سکتی ہے، نوجوان علمار میں اس کی بڑی کمی ہے، اللہ تعالیٰ ہی کوئی سبیل پیدا کرے، تو ممکن ہے، ورنہ ظاہری طور پر دنیا اندھیری ہوتی جا رہی ہے،

سلطان بلبن نے اپنے بیٹوں کو ایک مرتبہ جمع کر کے کہا، کہ بادشاہوں کے اکثر افعال شرک کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور سنتِ نبوی کے خلاف ہوتے ہیں مگر چار چیزوں کا خاص طور پر بادشاہوں کو لحاظ رکھنا چاہئے،

"اول یہ کہ بادشاہ کو چاہئے اپنی حشمت اور دبدبہ کو مناسب محل اور موقع پر استعمال کرے، اور خلق کی بھلائی اور خدا ترسی کے علاوہ کوئی اور بات اس کے پیش نظر نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ کسی طرح کی بدکاری کو ملک میں رائج نہ ہونے دے، اور ہمیشہ فاسقوں اور بے غیرتوں کو ذلیل اور رسوا رکھے، تیسرے یہ کہ سلطنت کے کام ہمیشہ عقل مندوں اور شائستہ لوگوں

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال صفحہ ۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سپرد کرے، مخلوق کی باگ، دیانت دار، خدا ترس، لوگوں کے ہاتھ میں دے، بد عقیدہ لوگوں کو اپنے ملک میں قدم نہ جمانے دے، چوتھی بات یہ ہے کہ انصاف میں پوری کوشش کرے اور ماتحتوں کے کاموں کو برابر عدل کی ترازو میں تولتا رہے، تاکہ ملک میں ظلم اور جبر کا نام بھی نہ سنائی دے"[1]

یہ اصولِ جہاں بانی اس لائق ہیں کہ آج بھی ان پر عمل کرنے کی بڑی ضرورت ہے، دنیا کے حکمراں طبقہ کو خاص طور پر ان اصول کو پڑھنا چاہیئے، اور دن رات اس پر گامزن رہنا چاہیئے خواہ وہ کسی ملک کا حکمراں طبقہ ہو، اور کسی عقیدہ اور دھرم کا ماننے والا ہو،

ضرورت ہے کہ ملک کی مرکزی حکومت ان نصیحتوں کو سونے کے پانی سے لکھوا کر ہر ایک وزیر، سفیر، اور لیڈر کے پاس بھجوا دے، اور ان پر عمل کرنے کی سخت تاکید کرے، سلطان بلبن کا عمل چونکہ انھی اصول پر تھا اس لئے قدرتی طور پر ان کی وفات کا یہ اثر ہوا، کہ پورا ملک ماتم کدہ بن گیا، ملک الامراء فخر الدین پر یہ اثر ہوا، کہ

"بلبن کی وفات سے چھ ماہ تک وہ زمین پر ہی سوتے رہے دہلی میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے مرحوم کے لئے صدقہ اور خیرات کر کے ان کی روح کو ثواب نہ پہنچایا ہو"[2]

خاندانِ خلجی کا پہلا سلطان، جلال الدین بڑا رحم دل بادشاہ گذرا ہے ساتھ ہی عادل، بردبار اور خدا ترس بھی تھا ایک دفعہ ملک چھجو نے بغاوت کی سلطان نے مقابلہ کیا ملک چھجو نے شکست کھائی خود چھجو اور اس کے دوسرے لوگ گرفتار ہوئے، جلال الدین نے سب کو آزاد کر دیا، بلکہ انعام و اکرام سے نوازا بھی، امراء نے جب کہا کہ ملک چھجو اور اس کے سب ساتھی واجب القتل ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ رو رعایت اور کرم و نوازش کا معاملہ آئین جہانداری کے خلاف ہے" یہ سن کر سلطان نے جواب دیا۔

"تم جو کچھ کہتے ہو درست اور تدبیر جہاں داری کے موافق ہے، مگر اس کو کیا کروں کہ ستر سال میں نے حالتِ اسلام میں گذارے ہیں اور ایک مسلمان کا بھی خون نہیں کیا، اب جب کہ بڈھا ہو چکا ہوں اور عمر کا آخیر حصہ گذار رہا ہوں، کسی مسلمان کا خون کرنا نہیں چاہتا"[3]

[1] مسلمانوں کا عروج وزوال صفحہ ۲۴۲ [2] ایضاً صفحہ ۲۴۳ [3] ایضاً صفحہ ۲۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بادشاہ کا یہ جذبہ قابل صد ستائش ہے، رحمدلی اور شریف طبیعت ہونے کی ایک زبردست مثال قائم کر گیا، اور یہ رحمدلی کچھ مسلمانوں ہی کے ساتھ خاص نہ تھی، بلکہ ہر انسان سے اس کو محبت تھی، ہندو کو بھی اتنا ہی چاہتا تھا، جس قدر مسلمان کو، ۶۹۰ھ میں سلطان نے قلعہ رنتھمبور کو فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی، راجہ قلعہ بند ہو گیا، چند دنوں کے بعد سلطان مع لشکر کے واپس چلا آیا اور کہنے لگا

"یہ قلعہ اتنا اہم نہیں ہے، کہ اس کو فتح کرنے کے لئے ایک جان کی قربانی بھی پیش کی جا سکے، اور بالفرض اگر میں نے یہ قلعہ فتح کر بھی لیا، اور خدا کے بندوں کو قتل کرا دیا، تو کل جب عورتیں بیوہ ہو کر اور بچے یتیم ہو کر مرے سامنے آئیں گے، اور مری نظر ان پر پڑے گی تو مرا کیا حال ہو گا، قلعہ کی فتح کی ساری لذت مجھ پر زہر سے زیادہ تلخ ہو جائے گی"[۱]

آج کل یہ روایت ان ممالک کے حکمرانوں کو خصوصیت سے پڑھنی چاہئے، جو رات دن خوں ریزی اور قتل و قتال میں مبتلا رہتے ہیں، امریکہ کے بادر اور نکسن آنکھیں کھول کر پڑھیں، جو دکھوں عورتوں کو بیوہ اور لاکھوں بچوں کو یتیم کرنے کے بعد بھی اسی فکر میں ہیں، کہ ایک اور جنگ عظیم دنیا میں چھڑ جائے،

سلطان جلال الدین کا خدا بھلا کرے، اس نے بڑی اچھی بات کہی، قلعہ کی فتح کے لئے انسان کے خون سے ہاتھ رنگنا بڑی زیادتی ہے، کاش ہمارے اس دور کے ارباب سیاست و حکومت میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے،

سلطان کو ایک مرتبہ خیال آیا، کہ مرے کارنامے اتنے شاندار ہیں پھر مجھ کو کیوں "المجاهد فی سبیل اللہ" کے لقب سے خطبہ میں نہ یاد کیا جائے، خود اس کی تدبیر سوچی، اور ایسا پروگرام بنایا کہ مجھ سے دربار میں کچھ لوگ اس کی اجازت طلب کریں، جب یہ پروگرام طے ہو چکا تو دفعتاً اس کے دل میں آیا، شیطان نے مجھے دھوکہ دیا، دربار میں آیا، تو حسب پروگرام دربار میں قاضی

---

[۱] مسلمانوں کے عروج و زوال [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فخر الدین کے ذریعہ قوم کی طرف سے بادشاہ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ حضور کو "المجاھد فی سبیل اللہ" کے لقب سے یاد کر سکیں، سلطان نے یہ سن کر کہا

"مجھے معلوم ہے، آپ لوگ میرے کہنے کے مطابق ملکہ جہاں کے ایماء سے یہ کہہ رہے ہیں لیکن اسی وقت مجھ کو خیال آیا تھا کہ میں نے دشمنان خدا سے جتنی لڑائیاں لڑی ہیں، ان میں سے کوئی جنگ بھی ایسی نہیں ہے، جو میں نے غرض دنیاوی شائبہ کے بغیر، محض خدا کے لئے لڑی ہو، اس خیال کے آتے ہی میں اپنی خواہش پر پشیمان ہوا، اور اب میں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا ہے"[1]

اس واقعہ سے سلطان کے قلب کی صفائی کا اندازہ ہوتا ہے، کہ کس قدر صاف تھا، اپنے ایک قلبی چور کا راز بر سر دربار فاش کر دیا، اور اپنی غلطی کے اظہار پر ذرہ برابر پس و پیش نہ کیا، سچائی اسی کا نام ہے، انسان شیطانی وسوسہ سے دوچار ہوتا ہے، مگر مسلمان وہ ہے کہ جوں ہی اس کا راز اس پر کھلا توبہ کی، اور شیطانی وسوسہ کا پردہ چاک کر دیا، اس واقعہ میں ہمارے دور کے امراء اور دوسرے لوگوں کے لئے عبرت و بصیرت کا سبق ہے،

سلطان علاء الدین خلجی نے ایک مرتبہ قاضی مغیث سے متعدد سوالات کئے، قاضی صاحب نے ہر ایک سوال کا جواب شریعت کے مطابق اور بادشاہ کے خلاف دیا، قاضی صاحب کو یقین تھا کہ اب مرا قتل ہونا قریب ہے مگر خلاف توقع علاء الدین نے انعام و اکرام سے نوازا، قاضی صاحب کو خطاب کر کے بولا،

"اگرچہ میں علم سے بالکل بے بہرہ ہوں، اور فرائض و نوافل کے مسائل سے نابلد ہوں لیکن مسلمان ہوں، اور مسلمان زادہ ہوں، میں جانتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے"[2]

یہ احساس بھی غنیمت ہے، اب ہمارے اس زمانہ میں کسے اس کا احساس ہے، اب کوئی

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال ص۲۴۲ [2] ایضاً ص۲۵۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بااثر امیر اپنی مخالفت برداشت کرنے کو تیار نہیں، گو یہ مخالفت حق ہو، مگر مسلمانوں کو غیظ و غضب آنے سے پہلے سوچنا چاہئے، میں مسلمان ہوں اور مسلمان کی زندگی دنیا میں بھی آزاد نہیں، وہ ہر قدم پر اسلامی قانون کا پابند ہے۔

دولت کی ناہمواری اور مالداروں کے نخوت وغرور کو ختم کرنے کے لئے علاء الدین خلجی نے کافی کوشش کی، اس نے چاہا کہ امیر اور مالدار بھی محنت کریں، تاکہ غریبوں کو ان کی قدر معلوم ہو، فرشتہ کا بیان ہے۔

"علاء الدین نے چاہا کہ سلطنت میں چند ضابطے ایسے جاری کئے جائیں جس سے کم زور اور طاقت ور لوگوں میں بالکل مساوات ہو جائے، اور گاؤں کے مکھیوں اور چودھریوں کو جو فوقیت رعایا پر حاصل ہے وہ باقی نہ رہے"[1]

غیاث الدین تغلق کے متعلق فرشتہ کا بیان ہے

"یہ بادشاہ بڑا حلیم اور بردبار تھا، سخاوت اور عقل بھی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، علاوہ بریں پاک باز اور نیک طینت بھی تھا، پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا، اور صبح سے شام تک دیوان عام میں بیٹھ کر رعایا کی پرسش اور ملکی ومالی مشکلات کو حل کرنے میں اپنا سارا وقت صرف کرتا تھا، ...... اپنی رعایا میں جس شخص کو پریشان حال دیکھتا اس کا حال پوچھتا اور اس کی تکلیف رفع کرنے کی کوشش کرتا تھا، جو امر خلق کی تکلیف کا باعث ہو سکتا تھا، اس سے احتراز کرتا، اور جو شخص مخلص نظر آتا، اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا"[2]

اب یہ خوبیاں حکمراں طبقہ میں عنقا ہیں، آجکے حکمراں طبقہ کی زندگی کا تجزیہ کیجئے تو برائیوں کے سوا نیکی کا نام ونشان ملنا مشکل ہے، پرائیوٹ زندگی بڑی گندی، بیہودگیوں میں آلودہ اور نیکیوں سے کوسوں دور نظر آئے گی، اب مالدار کی حوصلہ افزائی تو ممکن ہے مگر پریشاں حال پر

---

[1] مسلمانوں کا عروج وزوال ص۲۶۲ [2] ایضاً ص۲۷۳

© rasailojaraid.com